بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دسمبر 2015ء

صفر/ربیع الاول 1437ھ

النور انٹرنیشنل

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ترجمان

ختم نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آخری نبی ہیں اور

اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، نہ نیا نہ پُرانا۔

مدیران

ساہد عزیز

مسز سمیرا احمد

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

پر www.virtualmosque.co.uk

پروگرام واوقات

جمعہ-انگریزی	12:30
درس-بعد از جمعہ انگریزی	13:30
ماہانہ اجلاس-انگریزی-ہر ماہ پہلی اتوار	15:00
عیدین-انگریزی	11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین-پنجابی	13:00	سکائی چینل نمبر 130

سکاپ

تقاریر اور مباحثہ-اُردو و انگریزی ہر اتوار	09:00

سکاپ آئی ڈی Lahori-Ahmadi

فہرست مضامین

1: اعلانات و خبریں	1
2: کلامِ امام۔(فرمودات حضرت مسیح موعودؑ)	2
3: درسِ قرآن-حضرت مولانا محمد علیؒ	4

اعلانات و خبریں

مرکز

سالانہ دعائیہ۔ 23 تا 27 دسمبر 2015ء ممبران سے درخواست ہے کہ اِس میں جوق در جوق شریک ہو کر اِس کو کامیاب بنائیں۔ یہ سالانہ اجتماع حضرت مسیح موعود نے شروع کیا تھا۔

انگلستان

اظہر الدین احمد ممبر جماعت احمدیہ لاہور (دائیں) اور ڈاکٹر ظفر اقبال، ووکنگ کونسل، انچارج مرمت و آرائش باغِ امن

باغِ امن ووکنگ۔ ووکنگ برو کونسل نے سالہا سال کی جدوجہد کے بعد مسلم جنازگاہ ہورسل کومن کی نئے سرے سے

اِسلام انسانیت سے محبت سِکھاتا ہے۔

www.alahmadiyya.org

مرمت و آرائش میں کامیاب ہوگئی ہے۔اِس کی رسم افتتاح پر صدر جماعت احمدیہ لاہور اور مُنتظمہ کے ممبر جناب اظہر الدین احمد کو خاص طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا صدر الدین کی کوششوں سے یہ جنازگاہ مسلمان سپاہیوں کے لئے مُختص کی گئی تھی۔اس لئے اُن کوششوں کے اعزاز میں افتتاح کے موقع پر صدر جماعت کا تعارف ایچ آر ایچ ارل آف ویسکس سے کروایا گیا۔

باغِ امن ووکنگ

غیر احمدی مسلمان فوجی، عراق اور افغانستان میں ڈیوٹی کے دوران دیئے گئے تمغات کے ساتھ

پیرس میں دہشتگردی۔ جماعت نے مارے جانے والوں سے اظہارِ ہمدردی اور دہشتگردی کی مخالفت میں کئی اخباروں کو خط لکھے جو اخباروں نے شائع بھی کئے۔ یہ خطوط برطانوی اور یورپین پارلیمنٹ کے کئی ممبران کو بھی بھیجے گئے۔ جواب میں اُنہوں نے ہماری اس کاوش کو سراہا۔

شام پر برطانوی جنگی طیاروں کی بمباری۔ پارلیمنٹ میں اِس تجویز پر ووٹ سے پہلے جماعت نے ایک مہم چلائی جس میں اِس کی سخت مخالفت کی گئی۔ اخبارات، ممبران پارلیمنٹ، وزیر اعظم، وزیر خارجہ، لیڈر حزبِ اختلاف، ممبران یورپین پارلیمنٹ کو خطوط لکھے گئے۔ وزیر اعظم نے ایک انتہائی مہذب خط میں جماعت کا شکریہ ادا کیا۔ وزیر خارجہ نے اپنے جواب میں اپنا موقف سمجھانے کی کوشش کی۔

جرمنی

برلن میراتھون 12 دسمبر کو منعقد کی گئی۔اِس کا اختتام ہماری مسجد پر ہوا۔ دوڑ کے بعد ایک بڑا ہجوم مسجد کے اندر آیا جہاں ڈاکٹر جونکر نے اُنہیں مسجد کی تاریخ بتائی۔

کلامِ امام

قرآن شریف میں ہر گز ہر گز جبر کی تعلیم نہیں ہے۔ پہلے کفار نے ابتداء کر کے صدہا مومنوں کو تکلیفیں دیں۔ قتل کیا۔ وطنوں سے نکالا اور پھر تعاقب کیا اور جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا اور ان کے جرائم خدائے تعالیٰ کی نظر میں سزا دہی کے لائق ٹھہر گئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی۔ اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر (الحج:۴۰) (س۱۷ر۱۳) یعنی جن لوگوں پر یعنی مسلمانوں پر ظلم ہوا اور ان کے قتل کرنے کے لئے اقدام کیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ بھی انہیں مقابلہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ پھر چونکہ عرب کے لوگ بباعث ناحق کی خونریزیوں کے جو وہ پہلے کر چکے ہیں اور بڑی بڑی ابتداؤں سے مسلمانوں کو قتل کر چکے تھے اس لئے قصاص کے وہ مستحق ہو گئے تھے۔ اور اس لائق تھے کہ جیسا انہوں نے ناحق بے گناہوں کو برے برے عذاب پہنچا کر قتل کیا ایسا ہی ان کو بھی قتل کیا جائے۔ اور جیسا کہ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے وطنوں سے نکال کر تباہی میں ڈالا اور ان کے مالوں اور جائدادوں اور گھروں پر قبضہ کر لیا اور ایسا ہی ان کے ساتھ بھی کیا جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے رحم کے طور پر جیسی اور رعایتیں کی ہیں کہ ان کے بچے نہ مارے جاویں اور ان کی عورتیں قتل نہ ہوں ایسا ہی یہ بھی رعایت کر دی کہ اگر ان میں سے کوئی مقتول ہونے سے پہلے خود بخود ایمان لے آوے تو وہ اس سزا سے بچایا جاوے جو بوجہ اس کے پہلے جرائم اور خونریزوں کے اس پر واجب ہوتی تھی۔ اس بیان سے سارا قرآن شریف بھرا ہوا ہے۔ جیسا کہ یہی آیت جو پیش کر چکا ہوں صاف صاف بیان فرما رہی ہے اور اس کے ساتھ کی دوسری آیت بھی یعنی وقتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ (الانفال:۴۰) یعنی عرب کے ان مشرکوں کو قتل کرو یہاں تک کہ بغاوت باقی نہ رہ جاوے اور دین یعنی حکومت اللہ تعالیٰ کی ہو جائے۔ اس سے کہاں جبر نکلتا ہے۔ اس سے تو صرف اس قدر پایا جاتا ہے کہ اس حد تک لڑو کہ ان کا زور ٹوٹ جائے اور شرارت اور فساد اٹھ جائے اور بعض لوگ جیسے خفیہ طور پر اسلام لائے ہوئے ہیں ظاہر بھی اسلامی احکام ادا کر سکیں۔ اگر اللہ جل شانہ کا ایمان بالجبر منشاء ہوتا جیسا کہ ڈپٹی صاحب سمجھ رہے ہیں تو پھر جزیہ اور صلح اور معاہدات کیوں جائز رکھے جاتے اور کیا وجہ تھی کہ یہود اور عیسائیوں کے

لئے یہ اجازت دی جاتی کہ وہ جزیہ دے کر امن میں آجائیں اور مسلمانوں کے زیر سایہ امن کے ساتھ بسر کریں اور ڈپٹی صاحب موصوف نے جو مامنہ کے لفظ کی تشریح کی ہے وہ تشریح غلط ہے یعنی اس آیت کی جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک قرآن شریف کو سننا چاہے تو اس کو اپنی پناہ میں لے آؤ۔ جب تک وہ کلام الٰہی کو سنے پھر اس کو اسی کے مامن میں پہنچادو اور اس آیت کے آگے یہ آیت ہے ذلک بانھم قوم لایعلمون (التوبۃ:٦) (سورہ توبہ رکوع ١) یعنی یہ رعایت اس لئے ہے کہ یہ قوم بے خبر ہے۔ اب ڈپٹی صاحب اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ گویا اس کو کلام الٰہی کے سننے کے بعد ایسی جگہ پہنچادو جہاں سے بھاگ نہ سکے جبکہ انصاف اور فہم کا یہ حال ہے تو نتیجہ بحث کا معلوم۔ آپ نہیں سمجھتے کہ کلام الٰہی کے سورۃ توبہ کے لفظ ہیں کہ ثم ابلغہ مامنہ (التوبۃ:٦) یعنی پھر اس مشرک کو اس کی جگہ امن میں پہنچادے۔ اب ایسے صاف اور سیدھے اور کھلے کھلے لفظ کی تحریف کرنا اور یہ کہنا کہ ایسی جگہ پہنچادو کہ وہ بھاگ نہ سکے اور مسلمانوں کے قبضہ میں رہے کس قدر ایک بدیہی صداقت کا خون کرنا ہے۔ پھر ڈپٹی صاحب اس آیت کو پیش کرتے ہیں کہ جس میں چار مہینے کے گذرنے پر قتل کا حکم ہے۔ اور نہیں سمجھتے کہ وہ تو ان مجرموں کے متعلق ہے جو معاہدوں کو توڑتے تھے جیساکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ کیف یکون للمشرکین عھد عند اللہ وعند رسولہ (التوبۃ:٦) (توبہ رکوع ٢) جس کا مطلب یہی ہے کہ بعد عہدوں کے توڑنے کے ان کے قول و اقرار کیا اعتبار رہا اور پھر فرماتا ہے لا یرقبون فی مومن الاولا ذمۃ و اولئک ھم المعتدون (التوبۃ:٧) یہ مشرک نہ کسی عہد کا پاس کرتے ہیں اور نہ کسی قرابت کا اور حد سے نکل جانے والے ہیں اور پھر فرماتا ہے وان نکثوا ایمانھم من بعد عھد ھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون۔ الا تقاتلون دینکم فقاتلوا ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدء و کم اول مرۃ (التوبۃ:١٣،١٢) (توبہ ر٢) یعنی اگر یہ مشرک توڑیں قسمیں اپنی بعد عہد کرنے کے اور تمہارے دین میں طعن کریں تو تم کفر کے سرداروں سے لڑو کیونکہ وہ اپنی قسموں پر قائم نہیں رہے تاکہ وہ باز آجائیں کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسول کو نکال دینے کا قصد کیا اور انہوں نے ہی اول ایذاء اور قتل کے لئے اقدام کیا۔ اب تمام ان آیات پر نظر غور ڈال کر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس مقام سے جبر کو کچھ بھی تعلق نہیں بلکہ مشرکین عرب نے اپنے ایذاء اور خونریزیوں کو یہاں تک پہنچا کر اپنے تئیں اس لائق کر دیا تھا کہ جیسا کہ انہوں نے مسلمانوں کے مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں کو سخت بے رحمی سے مارا اور ان کے بچوں کو قتل کیا۔ وہ اس لائق ٹھہر گئے تھے کہ حضرت موسیٰ کے قانون جہاد کے موافق ان کی عورتیں بھی قتل کی جائیں ان کے بچے بھی قتل کئے جائیں اور ان کے جوان و بڈھے سب تہ تیغ کئے

شیعہ مجتہد اور سُنی امام باغِ امن ووکنگ کے افتتاح کے موقع پر

جاویں اور ان کو اپنے وطنوں سے جلا وطن کر کے ان کے شہروں اور دیہات کو پھونکا جائے۔ لیکن ہمارے نبی صلعم نے ایسا نہ کیا بلکہ ہر طرح سے ان کو رعایت دی یہاں تک کہ باوجود ان کے واجب القتل ہونے کے جو اپنی خونریزیوں کی وجہ سے وہ اس لائق ہو گئے تھے ان کو یہ بھی رعایت دی گئی کہ اگر کوئی ان میں سے اپنی مرضی سے دین اسلام اختیار کرے تو امن میں آجائے۔

اب اس نرم اور پر رحم طریق پر اعتراض کیا جاتا ہے اور حضرت موسیٰ کی لڑائیوں کو مقدس سمجھا جاتا ہے۔ افسوس ہزار افسوس اگر اس وقت انصاف ہو تو اس فرق کا سمجھنا کچھ مشکل نہ تھا۔ تعجب کہ وہ خدا جس نے حضرت موسیٰ کو حکم دے دیا کہ تم مصر سے ناحق بے موجب لوگوں کے برتن اور زیور مستعار طور پر لے کر اور دروغ گوئی کے طور پر ان چیزوں کو اپنے قبضہ میں کر کے پھر اپنا مال سمجھ لو اور دشمنوں کے مقابل پر ایسی بے رحمی کرو کہ کئی لاکھ بچے ان کے قتل کر دو اور لوٹ کا مال لے لو اور ایک حصہ خدا کا اس میں سے نکالو اور حضرت موسیٰ جس عورت کو چاہیں اپنے لئے پسند کریں اور بعض صورتوں میں جزیہ بھی لیا جائے اور مخالفوں کے شہر اور دیہات پھونکے جائیں۔ اور وہی خدا ہمارے نبی صلعم کے وقت میں باوجود اپنی ایسی نرمیوں کے فرماتا ہے بچوں کو قتل نہ کرو عورتوں کو قتل نہ کرو۔ راہبوں سے کچھ تعلق نہ رکھو۔ کھیتوں کو مت جلاؤ۔ گرجاؤں کو مسمار مت کرو۔ اور انہیں کا مقابلہ کرو جنہوں نے اول تمہارے قتل کرنے کے لئے پیش قدمی کی ہے اور پھر اگر وہ جزیہ دے دیں یا اگر عرب کے گروہ میں سے ہیں جو اپنی سابقہ خونریزیوں کی وجہ

سے واجب القتل ہیں تو ایمان لانے پر ان کو چھوڑ دو۔ اگر کوئی شخص کلام الٰہی سننا چاہتا ہے تو اس کو اپنی پناہ میں لے آؤ اور جب وہ سن چکے تو اس کو اس کی امن کی جگہ میں پہنچا دو۔ افسوس کہ اب وہی خدا مورد اعتراض ٹھہرایا گیا ہے۔ افسوس کہ ایسی عمدہ اور اعلیٰ تعلیم پر وہ لوگ اعتراض کر رہے ہیں جو توریت کی ان خونریزیوں کو جن سے بچے بھی باہر نہیں رہے خدائے تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ (جنگ مقدس)

بیان القرآن

کچھ عدیم المثال شہ پارے

حضرت مولانا محمد علیؒ

ترتیب و تلخیص ڈاکٹر خورشید تارین

1۔ سورۃ الفاتحہ کی عظمت

ابتداء میں رکھا جانے کی وجہ

صحیح احادیث میں اس کو اعظم السور فی القرآن کہا گیا ہے۔ یعنی قرآن کریم کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت، اس کی عظمت اوّل تو خود اس سے ظاہر ہے کہ نماز میں جسے مومن کا معراج قرار دیا گیا ہے ہر رکعت میں اس سورت کا پڑھنا ضروری ہے اس کے ساتھ اور جہاں سے چاہے پڑھ لے۔ خلاصہ تعلیم قرآنی: پھر اس کا نام ام الکتاب بتاتا ہے کہ یہ سورت گویا قرآن کریم کی تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ قرآن کریم کی اصل غرض محامد الٰہی کا بیان کرنا اور انسان کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچانا ہے۔ چنانچہ اس سورت کے پہلے حصہ میں وہ محامد مذکور ہیں اور پچھلے حصہ میں انسانی کمال کے حصول کا ذکر ہے۔ پھر اس سورت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے شروع کر کے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کا ہی ذکر کر دیا، بلکہ نسل انسانی کی بھی وحدت کی بنیاد رکھ دی اور عالمین کا لفظ استعمال فرما کر ساری تفریقات قومی کو دور کر دیا اور یہی مذہب کا خلاصہ ہے کہ وہ خدا کی ربوبیت اور انسانوں کی اخوت کو قائم کرے۔ اور ان الفاظ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے بہتر الفاظ ہیں یہ خلاصہ نہیں ہو سکتا۔

فاتحہ میں عقائد باطلہ کی تردید

پھر اس سورت کے اندر جن صفات الٰہی کا ذکر ہے وہ گویا کل صفات الٰہی کے لئے بطور اُمّ یا جڑ کے ہیں۔ یعنی ربوبیت، رحمانیت، رحمیت اور مالکیت۔ انہی سے باقی صفاتِ الٰہی بھی پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان چار صفات میں دوسرا کمال یہ ہے کہ مذاہب عالم کے کل اصول باطلہ کی ان میں تردید ہے۔ صفت ربوبیت میں اس بات کا رڈ ہے کہ خدا کی ذات یا صفات میں کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ وہ رُوح اور مادہ کا بھی ربّ ہے اس لئے روح اور مادہ اس کی کسی صفت میں جیسے غیر مخلوق ہونا شریک نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہی بت پرستی اور ہر قسم کے شرک کی تردید ہے کیونکہ مستحق حمد و عبادت وہی ذات ہو سکتی ہے جو دوسروں کی ربوبیت کرے اور ربوبیت کرنے والی ذات صرف ایک ہی ہے۔ صفت رحمانیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا بدل رحم کرتا ہے۔ کفارہ کے عقیدہ کی تردید ہے کیونکہ کفارہ کے عقیدہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم بلا بدل نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس کا بیٹا انسانوں کے گناہوں کا معاوضہ بنایا جاتا ہے۔ مگر رحمانیت چاہتی ہے کہ خدا کا رحم انسانوں پر بلا بدل بھی ہو، جیسا کہ اس کی مخلوق میں ہم کو نظر آتا ہے کہ انسانوں کے پیدا ہونے سے بھی پہلے وہ ان کے لئے سامان مہیا فرماتا ہے۔ صفت رحیمیت میں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے اعمال پر جو اس کے قوانین کی فرمانبرداری میں ہوں اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اجر دیتا ہے۔ ایسے عقائد کی تردید ہے جو انسان کے اعمال کے محدود ہونے کی وجہ سے ان کے اجر کو بھی محدود قرار دیتے ہیں اور اس لئے نجات کو عارضی قرار دیتے ہیں۔ صفت مالکیت میں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گو قوانین کی نافرمانی پر سزا دیتا ہے مگر اس کا معاملہ اپنی خلق کے ساتھ مالک کا معاملہ اپنے ملک کے ساتھ ہے، تناسخ وغیرہ عقائد کی تردید ہے جن کی رُو سے اللہ تعالیٰ کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا اور اس لئے ہر گناہ کی پاداش میں انسان کو بے شمار جونوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

میانہ روی کی تعلیم

اور جس طرح عقائد باطلہ کی تردید اس حصہ میں ہے پچھلے حصہ میں ہر ایک قوم کی افراط و تفریط کی تردید ہے۔ سوائے اسلام کے جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں وہ اپنی موجودہ حالت میں صرف ایک خاص شاخِ اخلاقِ انسانی پر ہی سارا زور دیتے ہیں اور اس لئے ان میں تفریط و افراط کی غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں، یعنی ایک شاخ پر حد سے زیادہ زور دیا اور دوسری کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہاں اعتدال یا میانہ روی قرار دیا گیا ہے جو ایک طرف تفریط سے بچاتا ہے اور دوسری طرف افراط سے محفوظ رکھتا ہے۔ پس یوں سورہ فاتحہ میں ہر ایک باطل کی تردید بھی موجود ہے اور اس کے بالمقابل عقائد اور اعمال میں ان اصول حقہ کی تعلیم ہے جو بطور بنیاد کے ہیں۔

بہترین دُعا

پھر جو دعا اس سورت میں سکھائی گئی ہے وہ دعا بھی اعلیٰ سے اعلیٰ دعا ہے، جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ عیسائیوں کو اپنے خداوند کی دعا کے متعلق بہت کچھ دعویٰ ہے، مگر فاتحہ کے بالمقابل یہ دعا کچھ بھی نہیں۔ وہاں روز کی روٹی کی التجا ہے یہاں صراط مستقیم کی یعنی کمال انسانی کے حصول کی ۔ اس سے دونوں دعاؤں کے مقاصد میں فرق ظاہر ہوتا ہے ۔ پھر وہاں گناہوں کی معافی کی التجا ہے۔ یہاں اس مقام پر پہنچنے کی آرزو ہے جہاں گناہ ہی انسان سے سرزد نہ ہو اور نہ کسی قسم کے حقوق میں تفریط واقع ہو نہ افراط۔ گویا یہ بے گناہ یا معصوم بن جانے کی دعا ہے۔ پس کامل اصول حقہ کے سکھانے میں، اصولِ باطلہ کی تردید میں، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سکھانے میں اور کمال انسانی تک پہنچانے میں اس کی نظیر نہ تورات میں ملتی ہے نہ انجیل میں، ایسا ہی جو تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے عبد میں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کے مختصر فقرہ میں قائم کیا گیا ہے وہ بھی بے نظیر ہے۔

بہترین وظیفہ

جو لوگ وظائف کے پیچھے بھٹکتے پھرتے ہیں وہ اگر افضل الدعا سے کام لیں تو بہت جلد اپنے مقاصد کو پا سکتے ہیں۔ سورہ فاتحہ سے بہتر کوئی وظیفہ نہیں اور یہ وہ وظیفہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔

2۔ منعم علیہم کون ہیں؟

اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ سے کون مراد ہیں۔ قرآن کریم خود تشریح فرماتا ہے الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ (النساء۔69) یعنی وہ انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے لے کر تمام مفسرین نے قبول کی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اِھۡدِنَا کی دعا کرنے والا اعلیٰ سے اعلیٰ منازل پر پہنچنے کی دعا کرتا ہے جہاں نبی، صدیق، شہید، صالح پہنچے، وہیں ہر مسلم پہنچنے کی تڑپ اپنے اندر رکھتا ہے ۔ عیسائیوں کی مشہور خداوند کی دعا میں گناہوں کی معافی کی التجا ہے۔ یہاں نہ صرف اس مقام کی دعا ہے کہ انسان سے گناہ ہی سرزد نہ ہو، بلکہ اس مقام پر پہنچنے کی دعا ہے جہاں بڑے بڑے برگزیدگان الٰہی پہنچے ۔ یعنی بڑی بڑی خدمات کے بجالانے اور بڑے بڑے کمالات کے حاصل کرنے کا اعلیٰ مقام یا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام جس پر کوئی انسان پہنچا ہو۔ پس معلوم ہوا کہ یہ دعا، روپیہ، مال، مرتبہ کے ملنے کے لئے نہیں۔ کمالات، معرفت، محبت کے حصول کے لئے ہے۔

انعمت علیہم میں مقام نبوت کی دعا نہیں

یہاں نبی کا لفظ آجانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود مقام نبوت بھی اس دعا کے ذریعہ سے مل سکتا ہے اور گویا ہر مسلمان ہر روز بار بار مقام نبوت کو ہی اس دعا کے ذریعہ سے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے۔ اس لئے کہ نبوت محض موہبت ہے اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی سعی کو کوئی دخل نہیں۔ ایک وہ چیزیں ہیں جو موہبت سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت اوّل میں سے ہے جیسا کہ الرحمن علم القرآن سے بھی ظاہر ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کوشش کر کے اور دعائیں مانگ مانگ کر اور خدا سے التجائیں کر کے نہ پہلے نبی بنا نہ آئندہ بنے گا۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ کے ماتحت جب چاہتا کسی کو نبوت ورسالت کے منصب پر کھڑا کر دیتا تھا، یہاں تک کہ اپنی کامل ہدایت کی راہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کھول کر تمام آنے والی نسلوں کے لئے مقام نبوت ورسالت کو ایک برگزیدہ انسان کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اس کو النبی اور الرسول کے نام سے پکار کر بتا دیا کہ اب دوسرا نبی اور رسول نہیں ہوگا ۔کیونکہ اگر دوسرا نبی بھی آجائے تو یہ الفاظ مشتبہ ہو جائیں۔ پس مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اسی شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو اصول دین سے ناواقف ہے۔

کن کمالات کی دعا ہے؟

ایسے بھی لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ اس دعا میں حصول بادشاہت کی دعا ہے کیونکہ بادشاہت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام قرار دیا ہے (المائدہ۔20)۔ اور بعض نے اسے اور بھی وسیع کر کے دنیا کے تمام امور میں صراط مستقیم کی دعا قرار دیا ہے۔ ادنیٰ تدبر سے کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ سب باتیں دعا کے اصل مقصد سے دُور ہیں۔ بیشک بادشاہت ایک انعام ہے ۔ مال و دولت بھی ایک انعام ہے، مگر یہ وہ انعامات ہیں جن میں نیک و بد شریک ہیں۔ بادشاہت ایک انعام ہے مگر ہر ایک بادشاہ منعم علیہ نہیں، دولت ایک انعام ہے مگر ہر دولتمند منعم علیہ نہیں۔ اور یہاں منعم علیہم کی راہوں کا ذکر ہے نہ خاص خاص انعامات کا مطالبہ ۔ پھر منعم علیہم کے مقابلہ پر مغضوب علیہم اور ضالین ہیں جو دولت اور بادشاہت سے محروم نہیں اور نہ دنیا کے کاموں کو سرانجام دینے سے محروم ہیں، بلکہ نیکی سے محروم ہیں، اخلاق فاضلہ سے محروم ہیں۔ دعا صرف اس قدر ہے کہ جن راہوں پر نیک بندے چلتے رہے انہیں راہوں پر چلنے کی ہمیں بھی توفیق دے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ ہمیں انبیاء شہداء، صلحاء

کے نقش قدم پر چلا۔اس دعا کے مقابل پر امور دنیا کی خواہشات ایک نہایت پست مقام ہے۔

اگر دعا حصول نبوت کیلئے ہے تو امت کی محرومی لازم آتی ہے اگر یہ دعا نبوت کے حاصل کرنے کے لئے ہوتی تو کم از کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مقام نبوت پر کھڑا ہونے سے پہلے سکھائی جاتی۔مگر قرآن کریم میں اس کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ مقام نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی۔نبوت عطافرما کر اس دُعا کا سکھانا صاف بتاتا ہے کہ حصول نبوت کے لئے یہ دعا نہیں۔ اور اگر حصول نبوت کی دعا مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ مقربین اور محبوبین الٰہی تو ہزاروں کی تعداد میں ہو گذرے۔خدا خود دعا سکھائے،اس کی غرض یہ ہو کہ دعا مانگنے والے کو نبوت ملے، دعا کرنے والی امت کو خیر امۃ کہا جائے اور پھر تیرہ سو سال سب کے سب محروم رہیں حتی کہ وہ بھی جن کے متعلق صریح سند ہے۔ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔یہ نہیں ہو سکتا۔

جنت اور دوزخ کے بارہ میں اسلامی تصور

حضرت مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھیؒ

جنت اور دوزخ کے بارے میں اسلامی تصور یہ ہے کہ دونوں ہمارے اچھے اور بُرے اعمال کا نتیجہ ہیں۔انسان کو اپنی دنیوی زندگی سنوانے، نیک اعمال کا احساس اور ان کے ادا کرنے کا جذبہ پیدا کرنے، بداعمال سے نفرت اور ان کے بُرے نتیجہ کا یقین پیدا کرنے کے لئے دونوں کا وجود نہایت ضروری ہے اور اسے نظر انداز کر دینا نیکی اور بدی کی اہمیت اور دنیا میں امن مٹا دینے کا مترادف ہے۔ یہ دونوں ہماری مابعد الموت زندگی میں ترقی کے میدان ہیں۔

وہ پوشیدہ صداقتیں اور حقائق جو یہاں کھل کر ظاہر نہیں ہوتے، وہ اس دنیا میں کھل کر سامنے آجائیں گے۔ جنت جہاں خوشی اور راحت ہوگی ہمارے اس دنیا کے نیک اعمال کا نیک بدلہ ہے اور دوزخ یوں سمجھو کہ دکھ اور عذاب کا ٹھکانہ ہے جہاں ہماری بے اعتدالیوں کا جو ہم نے یہاں کی ہیں ہسپتال ہے۔ علاج اگر ایک طرف دکھ ہے تو دوسری طرف صحت کا ضامن بھی ہے۔ اسلام کا تصور جنت وجہنم بائیبل کے تخیل بہشت ودوزخ سے اصولاً اس امر میں مختلف ہے کہ مسیحی لوگ انہیں کفارہ مسیح پر ایمان لانے کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اسلام نیک وبداعمال انسانی کی اسے جزا اور سزا قرار دیتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مسیح اور کسی شخص کا لوگوں کے گناہوں کے صدقہ میں پھانسی پالینا، گناہ کرنے والوں کے دلوں میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔گناہ کا فدیہ پہلے وصول ہوجانے کی وجہ سے گناہ میں زیادتی کا امکان پیدا کرتا ہے۔ دنیا کی تمام عدالتوں اور قوانین میں جُرم پہلے ہوتا ہے سزا بعد میں، لیکن یہاں سزا اور کفارہ پہلے ہے اور گناہ بعد میں۔ یہ خیال کہ جو کچھ میں کرتا ہوں مسیح نے وہ پہلے ہی سے معاف کرادیا ہوا ہے، اب میرے گناہوں کی جو کم ہوں یا زیادہ، مجھ سے باز پُرس نہ ہوگی گناہ کی ذمہ داری کا بوجھ انسان کے ضمیر سے اُٹھ جاتا ہے۔فرض کیجئے مابعد الموت زندگی میں ہمارے اچھے اور بُرے اعمال کی جزا اور سزا نہ ہوگی بلکہ کفارہ کے اصول پر عمل ہوگا۔ اس دنیا میں بھی اگر یہی اُصول استعمال کرلیا جائے کہ چوری،ڈکیتی ، زنا، بغاوت اور مخلوق خدا پر ظلم وستم کا بدلہ مجرم سے نہ لیا جائے بلکہ خدا باپ مخلوق پر رحم کرکے اپنا ایک اور بیٹا دنیا میں بنا کر بھیج دے یا نیا بیٹا بنانا مشکل ہو تو پُرانا بنا بنایا یہی دوبارہ دنیا میں بھجوادے کہ دنیا میں جُرم کا بدلہ کسی نہ ملے بلکہ خدا کا برّہ ہر شخص کا گناہ اُٹھالے اور کفارہ ہونا قبول کرلے۔ پولیس، جیل اور فوج سب بیکار ہوکر رہ جائیں گے تو دنیا میں گناہ زیادہ ہوگا یا کم ہوگا؟

دنیا کو ایک نئے کفارہ کی ضرورت

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آئندہ دنیا کے عذاب کے لئے تو کفارہ کافی ہو مگر اس دُنیا کے دکھوں کیلئے خدا باپ کا رحم جوش نہیں مارتا کہ وہ ایک عدد اور بیٹا دنیا کے گناہوں کے بدلہ میں کفارہ لے لے، حالانکہ نفسیات کے ماہر ہمیں بتاتے ہیں کہ نسل انسانی سب سے زیادہ دُکھی ہے اور فی الحقیقت نوعِ انسانی کے دکھوں کی انتہاء نہیں۔ ایسی ایسی خوفناک بیماریاں اور دوسری قسم کی آفات انسان کے لئے مخصوص ہیں کہ جن کا دوسرے حیوانات میں نام ونشان تک نہیں ملتا۔ مسیحیت یا پولوسیت کا کہنا یہ ہے کہ انسان شریعت پر چل کر نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ جناب مسیح تک اللہ

تعالیٰ نے شریعت کے نسخہ کو آزمایا مگر اسے بالکل شفا دینے والا نہ پایا ۔شریعت آتی گئی مگر لوگوں کی بیماری بڑھتی گئی۔

مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

اس کے بعد، یعنی شروع سے ہزارہا سال کے بعد، خداوند کو نسلِ انسانی پر رحم آیا۔ اس نے اپنا ایک بیٹا بنایا، اسے صلیب پر لٹکایا اور یُوں خدا باپ نے یا خدا محبت نے اپنے رحم کا نمونہ دکھایا۔ مگر اس سے پیشتر جو اس قدر مخلوق گذر چکی ان کے لئے خداوند خدا کو یہ نسخہ کیوں یاد نہ آیا؟ کیا دنیا بناتے وقت اور آدم کی مٹی گوندھتے وقت اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مٹی کا مادھو شریعت پر چل نہ سکے گا اس کے لئے شریعت بھیجنا فضول ہے ؟ خدا کا علم کبھی پُرانا نہیں ہوتا کہ اسے بدلنے کی ضرورت پیش آئے۔ خدا کے متعلق یہ خیال کہ ایک اس کا عہد پرانا ہے جو فرسودہ اور بیکار ہو چکا ہے اور اسے نیا عہد باندھنے کی ضرورت پیش آئے ایک غلط خیال ہے ۔ کیا یہ کفارہ کا نسخہ ناکارہ ثابت نہیں ہو چکا کہ دنیا میں جرائم اور بدی کی زیادتی ہو رہی ہے اور دنیا میں نسل انسانی بے انتہا دکھوں میں مبتلا ہے اسے دیکھ کر خدا باپ کو رحم نہیں آرہا کہ اب وہ ایک نیا بیٹا بنا کر صلیب پر چڑھائے اور اس جاء پر عذاب سے دنیا کو بچائے۔ جب ہم خدا کو محبت محبت کہتے ہوئے نہیں تھکتے تو کیا وہ ساری کی ساری محبت اس نے مابعد الموت زندگی کے لئے اٹھا رکھی ہے ؟ شریعت جو انبیاء کی معرفت دنیا میں آتی رہی جس کا ایک شوشہ بھی منسوخ کرنے کی مسیح میں جرأت نہ ہوئی اس کا مقصد دنیا اور آخرت دونوں کے عذاب اور دکھ سے انسان کو بچانا تھا۔ وہ لوگوں کو صرف اگلی دنیا میں ہی سکھ کا وعدہ نہ دیتی تھی بلکہ اس دنیا میں بھی لوگوں کو گناہ سے پاک بناتی تھی مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ مسیح اور حواریان مسیح بلکہ تین سو سال بعد تک کے عیسائیوں پر بھی دنیوی عذاب آئے اور رومن بادشاہوں نے ان پر انتہائی مظالم روا رکھے۔ جب تک انہوں نے مسیح کی تعلیم کو چھوڑ نہیں دیا انہیں چین اور سکھ نہیں ملا اور اگر دُکھ گناہ کی مزدوری ہے جیسا کہ پولوس کہتا ہے تو دنیا میں ہر گناہ کا بدلہ ہر عیسائی کو بھی ویسا ہی ملتا ہے جیسا غیر عیسائی کو، تو کفارہ کی صداقت کا ثبوت اس دنیا میں تو مل نہیں سکتا۔

اسلام کا عقیدہ ہے کہ ہر شخص جو گناہ کرتا ہے وہ خود ہی اس کا خمیازہ بھگتتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جان سر پر پتھر مارے اور درد ہنری کو ہو۔ یا پیٹ درد سمتھ کو ہو اور دوا رچرڈ کو پلائی جائے۔ گنہگار اور مجرم ہی ہر ایک قانون اور مذہب میں سزا کا حقدار سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بدلہ میں بے گناہ کو پھانسی دے دینا انتہائی ظلم ہے ۔اگر قاتل دبلی گردن والا ہو تو اس کے بدلہ میں چونکہ رسی کا پھندا بڑا ہے موٹی گردن والے کو پھانسی نہیں دی جا سکتی۔ کفارہ کے مسئلہ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک بیوی نے اپنے خاوند کو کہا کہ میں یہ مانتی ہوں کہ قصور میرا ہے مگر معافی تمہیں مانگنی چاہئے اس لئے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ مذہب اور خدائی دین میں یہ چونچلے نہیں چلتے۔

جنت اور جنتی زندگی کے متعلق اسلامی عقیدہ

قرآن مجید فرماتا ہے بہشت اطمینان یافتہ اور ارواح کا مسکن ہو گا ان لوگوں کا جنہوں نے اچھے کام کئے اس کے نزدیک درست عقیدہ اور ایمان کی مثال ایک درخت اور باغ کی مثال ہے اور اعمال نیک نہروں کی مانند ہیں۔ کوئی باغ بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ایمان بھی عمل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسلام میں اس قسم کا کوئی ایمان نہیں جسے اندھا ایمان کہا جا سکے اور اس پر عمل نہ ہو سکے مگر کفارہ پر ایمان بغیر عمل کے ایک ایمان ہے۔ اسلام کا عقیدہ یہ ہے، کہ دوزخ ایک ماں ہے جو اپنے بچوں کی خیر خواہ ہے جیسا کہ فرمایا فامہ ھاویہ (101:9) "گنہگار کی ماں دوزخ ہے"۔ کوئی ماں اپنے بچوں کی دشمن نہیں ہو سکتی۔ اسکی گھُرکی اور سزا بھی بچہ کی اصلاح کیلئے ہوتی ہے۔ پس دوزخ ایک ہسپتال ہے جہاں چیخنا چلانا اور دانت پیسنا ضرور ہوگا۔ وہاں گرم اور سخت ٹھنڈا پانی بھی شاید اسی مثال کو سمجھانے کے لئے ہے۔ تلخ اور بدمزہ کھانے بھی انہیں دیئے جائیں گے تا ان کی بیماریاں دور ہو جائیں اور انہیں شفا ہو جائے اور انہیں وہاں سے نکلنے نہیں دیا جائے گا جب تک انہیں شفا نہ ہو جائے۔

جنت کے سات دروازے ہیں جو انسان کے سات اعلیٰ اخلاق ہیں جن کے ذریعہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور یہ سبق اسے اپنی پانچ وقت کی نماز میں دوہرانے اور یاد رکھنے کے لئے سورۃ فاتحہ میں سکھایا گیا ہے۔

خدا پر اور اس کی تمام اعلیٰ صفات پر ایمان، انسان کے اندر ہر قسم کی ترقی کی استعدادوں پر یقین یا اعتماد، اپنے مال اور علم وعقل اور زور سے دوسرے لوگوں کی مدد کرنا، ہر موقعہ اور محل کے لحاظ سے درست اعمال بجا لانا، بلالحاظ رنگ ونسل قوم وملت لوگوں میں انصاف کرنا، خداوند عالم کی فرمانبرداری عبادت اور دُعا، غصہ۔ نفرت محبت وغیرہ جذبات میں اعتدال پر رہنا۔

یہ جنت کے سات دروازے ہیں۔ کسی دروازہ پر، جیسا کہ عہد نامہ جدید میں لکھا ہے، حواریوں کے یا کسی اور شخص کے نام نہ ہوں گے کہ گویا وہ انہی کی ملکیت اور خصوصیت ہیں۔ ان کے خلاف جہنم کے بھی سات دروازے ہیں جو سات بڑی برائیوں کے دروازے ہیں جن کے ارتکاب سے ایک شخص ان میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہ سات بُرائیاں۔

دہریت، بُت پرستی یا اپنے آپ کو ہیچ اور حقیر سمجھنا، بخل، بد اندیشی، ظلم، تکبر، غصہ غضب اور محبت پر کنڑول نہ رکھنا۔ (یہ جہنم کے سات دروازے ہیں)

اس میں شبہ نہیں کہ جنت میں دودھ، شہد اور پانی کی نہروں کا ذکر آتا ہے۔ مختلف پھلوں اور پاک پینے کی چیزوں کا ملنا بھی بتایا گیا ہے۔ یہ سب کچھ تصویری زبان میں روحانی کیفیات ہیں۔ ان کی اصل حقیقت وہاں جا کر ہی معلوم ہو گی۔ اسی طرح حور و قصور اور ازواج کا بھی ذکر ہے مگر اول تو وہ اسی دنیا کی نیک عورتیں ایک نئی پیدائش میں ہوں گی۔ یا یہ ایک پاکیزہ سوسائٹی کا نقشہ ہے جسے تمثیلی زبان کہا جاتا ہے وہاں عورت اور مرد کا تخیل اس دنیا جیسا نہیں کیونکہ وہاں اولاد یا نئے بال بچوں کی پیدائش مقصود نہیں۔ از رسالہ 'روحِ اسلام'، لاہور، مارچ 1956، صفحہ 40 تا 45۔

(یہ ایک لمبے مضمون بعنوان 'سٹیٹسن یونیورسٹی فلوریڈا (امریکہ) سے آمدہ ایک خط اور اُس کا جواب' کا حصہ ہے۔ جیسا کہ مکمل مضمون کے شروع میں درج ہے، مولانا صاحب کو اس یونیورسٹی کی ایک طالبہ، جن کے آپ خالو تھے، ان سے خط موصول ہوا جس میں اسلام کے متعلق بعض سوالات کے جواب کی درخواست کی گئی تھی۔ یہ طالبہ محترم ملک الٰہی بخش صاحب، راولپنڈی، کی بیٹی جہان آرا تھیں جو ان دنوں امریکہ میں Ph.D. جغرافیہ کی ڈگری کر رہی تھیں۔)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب

اور

عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ "اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"، "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔"

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔

۴۔ بمطابق فرمان نبوی حضرت محمد ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء ۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہر اس شخص کو جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کا دعوی مجدد و مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ: "اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط و کتابت

15 15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: info@aaiil.uk